قرآنی نظام مسئولیت واحتساب اور تحفظ حقوق انسانی

پروفیسر گل قدیم جان

قرآن کریم اپنا ایک مؤثر نظام مسئولیت واحتساب رکھتا ہے جس کی رو سے انسان شتر بے مہار نہیں بلکہ اپنے اعمال وافعال کا جوابدہ ہے اسے یہ بات بتلادی گئی کہ اس سے اس کے اعمال کے بارے پوچھا جائے گا۔

ولتسئلن عما كنتم تعملون(۱)

''اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی،،۔

ان السمع والبصر والفئواد كل اولئك كان عنه مسئولا(۲)۔

''بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی،،۔

جب یہ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کا تصور انسانوں کے ذہنوں اور قلوب میں تازہ اور جاگزیں ہو تو حکمران یہ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ رعایا کے حقوق غصب کریں یا محدود یا معطل کردیں چاہے ان کے اقتدار کو کس قدر خطرہ کیوں نہ ہو مسئولیت اور احتساب کے تصور کی وجہ سے حکمران اقتدار کی قربانی اور جان کا نذرانہ تو پیش کرسکتا ہے لیکن حقوق کی پامالی کی جراءت نہیں کرسکتا بلکہ حکمران رعایا کے حقوق کا پاسبان اور محافظ بن جاتا ہے کیونکہ اختیارات حکمرانی اس کے پاس مقتدر اعلیٰ کی مقدس امانت ہوتی ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا اور اس کا محاسبہ ہوگا، جس طرح حکمران رعایا کے حقوق غصب نہیں کرسکتا اسی طرح معاشرے کے دیگر افراد بھی ایک دوسرے کے حقوق پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے ہیں اور اگر کوئی دوسرے کے حقوق کی پامالی پر کمربستہ ہوجاتا ہے تو قرآنی نظام مسئولیت و احتساب کی بناء پر گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کو جاننے کے لئے ہم اس سلسلہ وار روشنی ڈالتے ہیں۔

مسئولیت واحتساب بذریعہ عوام:

قرآن پاک میں واضح طور پر ہدایت دی گئی ہے انصاف قائم کرنا اس پر قائم رہنا صرف حکومت وعدالت کا فریضہ نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس کا مکلف ومخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم

رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے انصاف ایک ایسا اصول اور گر ہے جو معاشرے کے لئے سکون اور امن کا ضامن ہے اور جس معاشرے میں لوگوں کے حقوق دوسروں کی دست درازیوں سے محفوظ نہ ہوں وہ معاشرہ کسی صورت میں بھی پرسکون نہیں ہوسکتا۔ گویا کہ قرآن پاک نے انصاف کا درس دے کر دوسرے لفظوں میں یہ درس دیا ہے کہ خود بھی دوسروں کے حقوق کی پاس داری کریں اور حقوق کی پامالی کرنیوالوں کو بھی حقوق کے تحفظ پر مجبور کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط۔(۳)

''اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو،،۔

قرآن کریم کا اعلان عام ہے کہ اے وہ لوگو جو خدائی حاکمیت کو تسلیم کر چکے ہو۔ انصاف پر قائم رہو اس خطاب میں ہر آدمی شامل ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، عدلیہ کا سربراہ ہو یا انتظامیہ کا منتظم یا کوئی عام شہری ہو ہر ایک کو حکم ہے کہ انصاف پر قائم رہے۔ اب انصاف پر قائم رہنے کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں۔ ''عدل وانصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کو پورا حق ادا کیا جائے اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی۔ اس لئے قیام بالقسط کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف۔ یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام ہے جب دونوں فریقوں کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں کسی ایک طرف کسی کا میلان نہ ہونے دیں''۔(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا اہم عنصر، اصل الاصول اور رکن رکین ہے اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے انبیائے کرام کے بعد یہ کام ملت اسلامیہ کو سونپا گیا ہے اور ہر فرد کو حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کے فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے اور شریعت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احتساب اور حسبہ کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ مولانا سید متین ہاشمی نے احتساب کے معنی کی توضیح کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''احتساب کے لغوی معنی اجر وثواب طلب کرنے، حساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں جبکہ احتساب کے اصطلاحی معنی

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔"(۵) نہی عن المنکر کے بارے میں اگر معمولی سوچ و بچار کی جائے تو یہ کوئی مخفی حقیقت نہیں کہ اگر لوگوں کے حقوق غصب ہو رہے ہوں خواہ رعایا کے ہاتھوں، یا حکمرانوں کی طرف سے اور ان کے خلاف آواز نہ اٹھائی جائے تو وہ نہی عن المنکر سے روگردانی میں شمار نہ ہوں بلکہ یہ اسلام کے ایک اہم فریضہ سے پہلوتہی کے مترادف ہے۔قرآن کریم کا اعلان ہے:

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر.....(۶)

"قسم ہے زمانہ کی کہ انسان خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور سچے دین کی تاکید کرتے رہے اور آپس میں صبر کی تاکید کرتے رہے۔"

قرآنی احکام پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لیے صرف خود ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کے دوسرے لوگوں کو بھی راہ حق پر لگانے کی کوشش کرے اگر کوئی فرد انسانوں کے حقوق کی پامالی پر کمر بستہ ہو تو مؤمن کا فریضہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کرے بلکہ اگر حالات انتہائی درجہ نازک ہوں اور مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے مسلمانون کے حقوق کی پرواہ نہ کرے اور ان کے خلاف بغاوت کردے تو قرآن کریم دوسرے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کے مال و جان غارت کرنے والوں کے خلاف تلوار اٹھائیں اور اس وقت تک ان کے ساتھ لڑیں جب تک وہ مسلمانوں کے حقوق کی پامالی سے باز نہ آجائیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کرلیں۔

فان بغت احداهما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیءَ الی امر اللہ۔(۷)

"اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھا چلا جائے تو تم سب اس چڑھائی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔"

عوامی مسئولیت واحتساب صرف عوام ہی کے لئے نہیں بلکہ مملکت کے تمام عمال کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اسلام اس بات کا ہرگز روادار نہیں کہ وہ حکومت کی ذمہ داریاں چند افراد کے ہاتھوں میں دیکر سارا کاروبار مملکت ان پر چھوڑ دے اور حکمرانوں کو کھلی اجازت دیدے کہ جو چاہیں کرتے رہیں بلکہ قرآن کریم ملت کے ہر فرد کو ریاستی امور میں دلچسپی لینے کا درس دیتا ہے اور یہ اس کا حق قرار دیتا ہے

☆جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے☆

کہ امیر مملکت اور حکام کے اعمال کا جائزہ لے۔ دکتور عبدالکریم زیدان تحریر فرماتے ہیں کہ

"حکمران کو افراد ہی نے اپنے معاملات کا وکیل بنایا ہوا ہے اور مؤکل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے وکیل کے طرز عمل کا جائزہ لے کہ جس کام کیلئے اس کو وکیل بنایا گیا ہے وہ طمینان بخش طریقہ کے مطابق انجام دے رہا ہے یا نہیں۔" (۸)

حکمرانوں سے پوچھ گچھ اور احتساب ملت اسلامیہ کے افراد کا صرف حق ہی نہیں بلکہ جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے کہ نہی عن المنکر کے حکم کے تحت ہر فرد کا دینی فریضہ بھی ہے دنیا میں سرور کائنات ﷺ کی ذات مبارکہ سے کس کا مقام اعلی وارفع ہوسکتا ہے جب کہ خود حضور ﷺ نے اپنے آپ کو عوامی مسئولیت و احتساب کے لئے پیش کیا تھا تو پھر دنیا کے کس حکمران کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عوامی احتساب سے مبرا اور آزاد ہو۔ غزوہ بدر میں آپ ﷺ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کر رہے تھے سواد بن غزیہؓ صف سے کچھ الگ تھے آپ ﷺ نے چوکا دے کر فرمایا۔ سواد برابر کھڑے ہو جاؤ سوادؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے مجھے تکلیف دی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حق وانصاف کے لئے مبعوث کیا ہے پس اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ سے بدلہ لوں رسول اللہ ﷺ نے فوراً بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا سوادؓ ضرور بدلہ لو سوادؓ فوراً آپ ﷺ کے گلے سے چمٹ گئے او بطن مبارک کو چوم لیا۔ (۹) خلفائے راشدین خصوصا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے خطبات شاہد ہیں کہ وہ لوگوں کو اس بات کی تلقین کرتے تھے کہ اگر وہ کجروی اختیار کریں تو ان کو سیدھا کریں دراصل خطبات میں لوگوں کو اس بات کی تلقین کرنے کا مقصد محض یہ تھا کہ وہ لوگوں کو بتانا چاہتے تھے کہ سربراہ مملکت کو سیدھا رکھنا ان کے فرائض میں شامل ہے اس لیے وہ ہر وقت اسے احتسابی نظروں سے دیکھتے رہیں کہ وہ کہیں سیدھی راہ سے بھٹک تو نہیں گیا ہے۔ اور اگر حکمران غلط طریقہ کار اختیار کرے تو اس سے پوچھ گچھ کریں انہیں بخوبی علم تھا کہ اقتدار کا نشہ صاحب اقتدار کو گمراہ کر سکتا ہے اس لیے اسے راہ راست پر قائم رکھنے کے لئے عوامی مسئولیت و احتساب کی موجودگی نہایت ضروری ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو اپنے اولین خطبہ میں فرمایا کہ "اگر میں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دوں تو میری مدد کرنا اور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ (۱۰) حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ "میں بذات خود حق وصداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لئے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمھارے سامنے پیش کروں گا تاہم جس کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو ہمارے برخلاف

اسے کوئی شکایت ہوتو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں۔(۱۱)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ عوامی مسئولیت واحتساب کا تصور بنیادی حقوق انسانی کا ایک زبردست محافظ ہے عوامی مسئولیت واحتساب کے ہوتے ہوئے حکمرانوں کو نہ تو رعایا کے حقوق پامال کرنے کی جسارت ہوتی ہے اور نہ عوام کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی نجی زندگی کو دائرہ احتساب سے خارج کر کے اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں اور دوسروں کو بھی لے ڈوبیں اور اس طرح وہ حقوق پر دست درازیوں کا دروازہ کھلا رکھیں۔

مسئولیت واحتساب بذریعہ عدالت:

عام مشاہدے میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ بعض لوگ طاقت اور اثر ورسوخ کے نشے میں مخمور ہو کر دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور عوامی مسئولیت و احتساب کو خاطر میں نہیں لاتے۔قرآن کریم نے اس غرض کے لئے ایک ایسی عدلیہ کی تشکیل کا انتظام کیا ہے جو دستور الٰہی کے قوانین پر فیصلہ کرنے کی بناء پر ہر خاص وعام کے لیے یکساں سلوک وفیصلہ کرنے کی پابند ہے اور عدلیہ کی اس حیثیت کی بناء پر ایک معمولی شہری اور غریب فرد بھی طاقتور سے اپنا حق بذریعہ عدلیہ وصول کرسکتا ہے یہاں تک کہ امیر مملکت کو عدلیہ کے مقابلہ میں کوئی تحفظ حاصل نہیں امیر وغریب حاکم ومحکوم، طاقتور اور کمزور سب کے سب عدلیہ کے لیے برابر ہیں قرآن کریم کا اعلان ہے:

و ان حکمت فاحکم بینھم بالقسط۔(۱۲)

"اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر۔"

آیت کریمہ میں خطاب اگر چہ نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن حکم عام ہونے کی بناء پر ہر صاحب فیصلہ اس میں شامل ہے عدلیہ کا ہر ممبر یعنی جج اور چیف جسٹس ہر ایک کو پابند کر دیا گیا ہے جب آپ کے پاس مقدمہ آئے تو کوئی چیز آپ کے لئے انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہئے تا کہ کسی کا حق غارت نہ ہو قرآن پاک عدلیہ کو اس امر کا بھی پابند بناتا ہے کہ وہ دستور الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے کیونکہ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کا اسے ہرگز اختیار حاصل نہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا راہ حق سے انحراف کی طرف لے جاتا ہے۔

☆یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے☆

فاحکم بین الناس بالحق ول اتتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ۔(۱۳)

''سولوگوں میں انصاف سے فیصلہ کرو، اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلو ورنہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گا۔''

بعض حالات میں یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان فیصلہ کرتے وقت اپنی خواہش کی پابندی تو نہیں کرتا لیکن دوسروں کی خواہشات کی پابندی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جوایک انسانی کمزوری ہے قرآن کریم نے جس طرح اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کو فیصلہ کرنے میں ناجائز اور نامناسب قرار دیا ہے اسی طرح دوسروں کے خواہ وہ کسی پائے کے لوگ کیوں نہ ہوں خواہشات کی پیروی کرنا بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاحکم بینھم بماانزل اللہ ولاتتبع اھواھم عماجاء ک من الحق۔(۱۴)

''سو آپ ان میں اس کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے فیصلے کیجئے اور سیدھا راستہ جو آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہش پر مت چلئے۔''

بعض اوقات بلکہ اکثر ایک انسان کی ناپسندیدگی اور دشمنی فیصلہ کرنے والے کو راہ حق سے ہٹا دیتی ہے ناراضگی اور دشمنی کی بناء پر وہ اس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے اور فریق مخالف کی طرفداری کر دیتا ہے اگر چہ فریق مخالف ظالم کیوں نہ ہو اس صورت میں عدل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مظلوم کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی کرنا اور اس کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کو قرآن کریم نے ممنوع قرار دیا ہے حقدار کو اپنا حق پہنچنا چاہئے خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا ط اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔(۱۵)

''اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''

قرآن کریم کے ان احکامات کی موجودگی میں اسلامی ریاست کی عدلیہ اس امر کی پابند ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی عدل و انصاف سے نہ ہٹے فیصلہ اگر چہ بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اور اثر و

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی ☆

رسوخ والے کے خلاف کیوں نہ جاتا ہو یہاں تک کہ امیر مملکت کے خلاف بھی ایک عام شہری مقدمہ دائر کرسکتا ہے اور عدلیہ ایک عام شہری کی طرح امیر کو بھی عدالت میں طلب کرسکتی ہے اور اس کے خلاف مقدمہ چلایا جاسکتا ہے اسلامی تاریخ نے عملی طور پر ثابت کردیا ہے کہ عدلیہ کے سامنے مملکت کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم کس طرح بے بس ہے نمونہ کے طور پر چند مثالیں درج کی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بنی مخذوم کو یہ بات بڑی ناگوار تھی کہ ہم شرفاء ہیں اور اتنے بڑے خاندان کی ایک خاتون کا ہاتھ کاٹنا پڑے تو عار کی بات ہوگی سب پریشان تھے سفارش کے در پے ہوئے آخر کار حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت زیدؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو سفارش کے لیے راضی کیا حضرت اسامہؓ کی بات سنتے ہی حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا:

افی حد من حدود اللّٰہ

"کیا خدائی حدود میں، عدالتی فیصلوں میں سفارش۔"

پھر فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اس وجہ سے ہلاک کردیے گئے کہ وہ اپنے آپ کو بچاتے تھے اور صرف ضعفاء اور غریبوں پر حدود قائم کرتے تھے کسی شان وشوکت والے خاندان اور قبیلے والے کو جرم کرنے پر معاف کردیا جاتا تھا پھر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

واللّٰہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔

"یہ تو بنی مخذوم کی فاطمہ ہے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد سے چوری کی غلطی سرزد ہوجاتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (۱۶)

حضرت علیؓ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک یہودی کو دیکھا کہ وہ حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کررہا ہے آپؓ نے یہودی سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے انکار پر فیصلہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا قاضی سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے جو میں نے کسی کو ہبہ کی ہے یا فروخت کی ہے قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا تم اس بارے میں کیا کہتے ہو اس نے کہا یہ زرہ یقیناً میری ہے گو کہ میں امیر المؤمنین کو جھوٹا نہیں کہتا اس پر قاضی نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ کے پاس گواہ ہے گواہ نہ ہونے کی بناء پر قاضی نے فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف اور یہودی کے حق میں دے دیا۔ (۱۷)

☆ الغرم بالغنم ☆ خسارہ نفع کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے ☆

ان نظائر سے واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن پاک اس قسم کی عدلیہ کی تشکیل کرتا ہے جس میں ایک عام آدمی مقدمہ دائر کرکے حکومت کے بڑے سے بڑے عہدیدار کو ملزم کے مقام پر کھڑا کرسکتا ہے اوران سے اپنا حق بذریعہ عدالت وصول کرسکتا ہے عدلیہ کا یہ اختیار کہ وہ بڑے سے بڑے آدمی کو طلب کرسکتی ہے اوراس کو مسئول ٹھہراتی ہے اوریوں حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ایک زبردست محافظ کا کام سرانجام دیتی ہے اورایک مؤثر محتسب کا کام انجام دیکرلوگوں کے حقوق معرض خطر میں پڑنے نہیں دیتی۔

مسئولیت اوراحتساب آخرت:

جوشخص اپنی بے بصیرتی کی بدولت یہ سمجھتا ہوکہ موت ہی زندگی کا اختتام ہے تواس کے لئے تصور حاکمیت الٰہی، اقتدار کا نیابتی اور امانتی تصور، دستور الٰہی، خوف خداوندی جو حقوق انسانی کے لئے بہترین محرکات ہیں سب کے سب بے معنی اور بے اثر ہوجاتے ہیں اورعوامی مسئولیت واحتساب سے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچالیتا ہے قرآن پاک نے آخرت کی مسئولیت واحتساب کا تصور انسانیت کو دیکر حقوق انسانی کے تحفظ کے دوسرے محرکات کو بھی قوی سے قوی کردیا ہے اورخود بھی ایک زبردست محافظ کی حیثیت سے ہر وقت انسانوں کے ذہن واعصاب پر قبضہ جمائے رکھتا ہے کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ جب تک یہ ڈر نہ ہوکہ مرکر پھرزندہ ہونا ہے اورآخرت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو دوسروں کے حقوق کی پامالی سے انسان کیونکر بازرہ سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اورعقل وارادہ سے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کردیا ہے اسی ارادہ واختیار کی بنا پر انسان اپنے فعل وعمل پر مسئول بھی ہوگا قرآن پاک نے اسی آخرت کی مسئولیت واحتساب کو ذہن نشین کرانے کے مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔

ولو شاء اللّٰه لجعلكم امة واحدة ولكن يضل من يشاء و يهدى من يشاء ولتسئلن عما كنتم تعملون۔(۱۸)

''اوراگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کردیتا لیکن راہ بھلاتا ہے جس کو چاہے اور سجھاتا ہے جس کو چاہے اورتم سے پوچھ گچھ ہوگی جو کام تم کرتے ہو''

قرآنی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر انسان سے اس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائیگا اور اپنے ہر فعل کا حساب انسان کو دینا پڑے گا جو انسان یہ خیال کرتا ہے کہ قیامت کے روز کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی یہ اسکی خام خیالی ہے قرآن کریم نے اس خام خیالی کو ناممکن قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ایحسب الانسان ان یترک سدی۔(۲۰)

''کیا انسان یہ خیال رکھتا ہے کہ وہ بے قید چھوٹا رہے...... گا۔''

حساب وکتاب کے لئے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال وافعال حساب وکتاب کے دوران آشکارا ہوں کوئی گوشہ زندگی مخفی نہ ہو کیونکہ اگر کوئی عمل پوشیدہ ہو تو حساب وکتاب صحیح معنوں میں ممکن نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے تمام اعمال کو ریکارڈ کرنے کا انتظام فرما دیا ہے:

و ان علیکم لحافظین ○ کراما کاتبین ○ یعلمون ما تفعلون ○(۲۱)

''اور تم پر نگہبان مقرر ہیں عزت والے، عمل لکھنے والے، تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتے ہیں۔''

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید○(۲۲)

''کچھ بات نہیں بولتا۔ مگر اس کے پاس ہی ایک راہ دیکھنے والا تیار ہوتا ہے۔''

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مجازی بادشاہوں کی گرفت سے بعض زور آور اور بااثر مجرم دولت یا سفارش کے بل بوتے پر قانونی گرفت سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں اب اگر کوئی ناسمجھ اپنی نادانی کی بناء پر یہ سمجھے کہ میں معزز و مشرف ہوں اس لیے خداوند کریم مجھے آخرت کی باز پرس سے آزاد کر لے گا جیسا کہ یہود کہا کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ہمیں سوائے چند دنوں کے دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے وہ چند دن بھی بچھڑے کی عبادت کی بناء پر ہوں گے ورنہ دوسرے اعمال کی بناء پر وہ اپنے آپ کو آخرت کی مسئولیت واحتساب سے بری سمجھتے ہیں اور غیر یہودیوں کے حقوق غصب کرنا وہ اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں قرآن پاک نے یہودیوں کی خام خیالی کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

وقالت الیھود والنصٰری نحن ابناء اللہ و احباء(۲۳)

''یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں''۔

وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودة(۲۴)

''اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہم کو ہرگز نہ لگے گی مگر گنے چنے چندروز۔''

وقالوالیس علینافی الامین سبیل۔(۲۵)

''انہوں نے کہا ہم پر امی لوگوں (غیر یہودیوں) کا حق لینے میں کچھ گناہ نہیں۔''

قرآن پاک نے یہودونصاریٰ اوران جیسے ذہن رکھنے والوں کے لیے واضح اعلان کیا ہے کہ آخرت کی مسئولیت واحتساب کے لیے انسان کے اپنے اعمال ہی کام آئیں گے نہ کسی کو مال بچائے گا نہ دولت نہ سفارش چلے گی اور نہ کثرت اولاد یعنی افرادی قوت آخرت کی مسئولیت واحتساب سے اسے بچاسکتی ہے جن باغیانہ ذہن رکھنے والوں کا یہ خیال ہو کہ ہم اس دنیا میں طاقت اور اثر والے ہیں آخرت میں بھی طاقت اوراثر والے ہوں گے انسانی حقوق کو غصب کرنے اور پامال کرنے پر آخرت کی مسئولیت واحتساب کو طاقت (اثرورسوخ) افرادی قوت یا عزت وتکریم کی بناء پر ناکارہ بنادیں گے وہ اپنے خیالی خوابوں کی دنیا میں بستے ہیں کیونکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے وہاں نہ کسی سرکردہ شخص کی سفارش چلے گی اور نہ مال ودولت اوررشوت کی بناء پر کوئی آخرت کی مسئولیت واحتساب سے بچ سکتا ہے۔

یوما لا تجزی نفس شیئا ولا یقبل منها شفاعة ولا یوخذ منها عدل ولا هم ینصرون۔(۲۶)

''اس دن کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔''

قرآن پاک نے جگہ جگہ پر اس امر کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ انسانوں کی زندگی اس دنیا میں عارضی ہے یہاں دائمی قیام نہیں۔اس لیے اس کی رنگینیوں میں حقیقی زندگی سے غفلت میں نہ پڑیں یہ زندگی چندروزہ اورمقام امتحان ہے اصلی اورحقیقی زندگی اس عارضی زندگی کے بعد ہوگی جس کی کامیابی اورناکامی کادارومداراس عارضی زندگی کے اعمال وافعال پر ہوگا قرآنی اعلان ہے:

وستردون الی عالم الغیب والشهادة۔(۲۷)

''اورتم جلداس کے پاس جوتمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے لوٹائے جاؤ گے۔''

ان الینا ایابھم ○ ثم ان علینا حسابھم ○ (۲۸)

''بیشک ان کو ہمارے پاس پھر کر آنا ہے اور پھر ہمارے ذمہ ان سے (ان کے اعمال کا) حساب لینا ہے۔''

آخرت کے بارے میں قرآنی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا ذرا بھی محال نظر نہیں آتا کہ آخرت کی مسئولیت واحتساب ایک ایسا زبردست انقلابی نظریہ ہے کہ انسان کو کسی صورت میں نافرمانی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا آخرت کی جوابدہی کا احساس ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہروقت انسان کے ذہن وقلب میں جاگزیں رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں کوئی بھی نہ ہو نافرمانی کی جراءت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے تمام خفیہ اور اعلانیہ اعمال وحرکات پوشیدہ نہیں رہ سکتے بلکہ ان کو ریکارڈ کیا جاتا ہے معاشرے کے افراد میں اس زبردست اور طاقتور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہوسکتا۔ اور اس آخرت کی مسئولیت واحتساب کے احساس ہی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں رات کی تاریکی میں اور گھر کی چاردیواری میں ایک نوجوان لڑکی کو والدہ نے فرمائش کی کہ دودھ میں پانی ملادیں تو لڑکی نے کہا کہ امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے ماں جو خارجی احتساب سے اپنے آپ کو تاریکی اور گھر کی چاردیواری کی وجہ سے محفوظ سمجھی تھی، نے کہا کہ اس فعل کا عمرؓ کو کیا علم ہوسکتا ہے وہ تو اس وقت اس مقام پر نہیں دیکھ رہا ہے جبکہ بچی نے کہ کہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے یہ ہے تصور احتساب فی الآخرۃ جو دودھ میں پانی نہیں ملانے دیتا اور اسی آخرت کی جوابدہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں پورے دوسال عہدہ قضاء پر معمور رہے مگر ان کی عدالت میں کوئی بھی ایک مقدمہ پیش نہیں ہوا۔ (۲۹) کیونکہ معاشرہ کا ہر فرد چاہے جس مقام کا تھا اپنے فرائض خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے ادا کررہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے ایک زبردست ومؤثر قوت نافذہ ہے اور ایک ایسا محافظ ہے کہ اگر انسانی معاشرے میں اس محرک کو اجاگر کیا جائے تو انسانی معاشرہ امن وسکون کی نعمت سے مالامال ہوسکتا ہے اور ہرانسان کے حقوق کو غاصبوں کے ہاتھوں سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

☆ تخصیص العام بالنیة مقبولة دیانة لا قضاء ☆

المراجع والمصادر

۱۔ القرآن الکریم،سورۃ النحل ۱۶:۹۳

۲۔ القرآن الکریم سورۃ الاسراء ۱۷:۳۶

۳۔ القرآن الکریم سورۃ النساء ۴:۱۳۵

۴۔ مولانا محمد شفیع،معارف القرآن ج۲ص۵۷۵(ادارۃ المعارف کراچی)۱۹۷۹ء

۵۔ سید محمد متین ہاشمی،اسلامی حدود اوران کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب،ص۸۰(مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)

۶۔ القرآن الکریم،سورۃ العصر ۱۰۳:۱تا۳

۷۔ القرآن الکریم سورۃ الحجرات ۴۹:۹

۸۔ عبدالکریم زیدان،الفرد والدولۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ ص۴۸(اتحاد العالم الاسلامی للمنظمات الطلابیہ

۹۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر،ابن کثیر،البدایۃ والنہایہ ج۳ص۲۷۱(دارالسعادۃ قاہرہ)۱۹۳۹ء

۱۰۔ محمد بن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم تاریخ طبری ج۱ص۵۳۸،۵۳۹(نفیس اکیڈمی کراچی)

۱۱۔ ایضاج۳ص۲۵۶

۱۲۔ القرآن الکریم،سورۃ المائدہ۵:۴۲

۱۳۔ القرآن الکریم سورۃ ص۳۸:۲۶

۱۴۔ القرآن الکریم،سورۃ المائدہ۵۷:۴۸

۱۵۔ القرآن الکریم،ایضا :۸

۱۶۔ محمد بن اسماعیل البخاری۔صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ذکر اسامہ بن زید

۱۷۔ ابن اثیر الکامل فی التاریخ ج۳ص۴۰۱(دارصادر بیروت)۱۹۶۵ء

۱۸۔ القرآن الکریم،سورۃ النحل ۱۶:۹۳

۱۹۔ القرآن الکریم،سورۃ الاسراء ۱۷:۳۶

۲۰۔ القرآن الکریم،سورۃ القیامہ ۷۵:۳۶

۲۱۔ القرآن الکریم،سورۃ الانفطار ۸۲:۱۰تا۱۲

۲۲۔ القرآن الکریم،سورۃ ق ۵۰:۱۸

۲۳۔ القرآن الکریم،سورۃ المائدہ۵:۱۸

۲۴۔ القرآن الکریم،سورۃ البقرہ۲:۸۰

۲۵۔ القرآن الکریم،سورۃ آل عمران۳:۷۵

۲۶۔ القرآن الکریم،سورۃ البقرہ۲:۴۸

۲۷۔ القرآن الکریم،سورۃ التوبہ۹:۱۰۵

۲۸۔ القرآن الکریم،سورۃ الغاشیہ ۸۸:۲۵،۲۶

۲۹۔ محمد بن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم۔تاریخ طبری ج۲ص۲۵۱۔

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ (فقہی ضابطہ)